عصری تعلیم کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت مولانا محمد صدیق
شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان

قال رسول اللہ ﷺ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق کہ ایک گروہ ایسا ہمیشہ رہے گا جو حق کو غالب کرے گا اور دین میں تحریف کرنے والوں کی تحریف کو زائل کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا مصداق یہی گروہ ہے جو شب وروز قرآن وحدیث پر ہمہ جہت محنت کر رہا ہے۔ حفظِ قرآن کی صورت میں یا فہم قرآن کی شکل میں اور حدیث وفقہ پر محنت کر کے حفاظتِ دین کا فرض کفایہ ادا کر رہا ہے۔ اس لئے یہ ایک طائفہ ضرور رہنا چاہئے ورنہ آئندہ دین کا کام کرنے والی جماعت کہاں سے پیدا ہوگی؟

بندہ نے کچھ عرصہ قبل ایک مضمون ''دینی مدارس کا بنیادی مقصد اور دینی مدارس میں انگریزی علوم داخل کرنے کے نقصانات'' لکھا تھا، اس کو پڑھ کر شاید بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہو کہ میں انگریزی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس کو زائل کرنے کے لئے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں اُمید ہے کہ میرے مؤقف کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

بات یہ ہے کہ ہماری زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک مقصد کے درجہ میں ہے اور دوسرا ضرورت کے درجہ میں۔ ہمارا مقصد حیات دین، حفاظتِ دین اشاعت دین اور دین پر عمل ہے اور ہمارا اصل دین قرآن وحدیث ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کے الفاظ ومعانی کی حفاظت ہمارے ذمہ ہوئی۔ اور الحمد للہ دینی مدارس کا نظام تعلیم اس فرض کفایہ کو خوب اچھی طرح ادا کر رہا ہے۔ اِن دینی مدارس کا نصاب دو طرح کا ہے، ایک کا تعلق علوم آلیہ سے ہے جو قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے معاون ہے اور دوسرے کا تعلق علوم عالیہ یعنی قرآن وحدیث اور فقہ ہے۔ یہ نصاب اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کافی وافی ہے ڈیڑھ سو سال سے اس کی افادیت مسلم ہے اس کے پڑھنے والوں نے ہر محاذ پر دین کی حفاظت فرمائی ہے اور ہر باطل نظام کو ناکام کیا ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم سمجھنے کے لئے نہ ہی انگریزی تعلیم کی ضرورت ہے

اور نہ علومِ عصریہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کمپیوٹر کی تعلیم کی ضرورت ہے۔علوم دینیہ حاصل کرنے کے لئے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

ہماری زندگی کا دوسرا پہلو ہماری ضرورت کا ہے جس میں ہمیں علومِ عصریہ کی حاجت ہوتی ہے۔اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرہ سرایت کر چکے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرہ میں دین داخل کیا جائے۔ہمارے کاروبارِ سلطنت کا نظام انگریزی تعلیم پر ہے،تو ضرورت ہے کہ اعلیٰ دنیاوی مناصب پر دین دار طبقہ فائز ہوتا کہ معاشرے میں ان کی دین داری کے اثرات ظاہر ہوں۔اسی طرح معاشی نظام کو ترقی دے کر ملک کو خود کفیل بنانے کی ضرورت ہے تا کہ ہماری حکومتیں کسی سے بھیک نہ مانگیں،ساری دنیا سمٹ کر ایک خاندان بن چکی ہے ضرورت ہے کہ دین کی تبلیغ واشاعت کی جائے تو ان کے لیے علوم عصریہ کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ سب ضروریات علومِ عصریہ کے حصول سے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔اس لئے ضروری ہوا کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے علوم عصریہ سیکھے جائیں۔اب اِن علوم عصریہ کے حصول کی دو صورتیں ہیں،پہلی یہ کہ علوم عصریہ کو دینی مدارس میں داخل کیا جائے،دوسری یہ کہ علومِ عصریہ کے اداروں میں دینی نصاب کو داخل کیا جائے۔

حکومت کا منشاء یہ ہے کہ علوم عصریہ کو دینی مدارس میں داخل کیا جائے بلکہ دینی مدارس پر دباؤ ہے کہ دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے علومِ عصریہ پڑھائے جائیں۔انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ عصری مدارس کو دینی دھارے میں ڈھالنے کے لئے ان میں دینی نصاب داخل کیا جائے۔نہ ہی تنظیمات المدارس پاکستان کی اعلیٰ قیادت کی طرف سے کوئی ایسا پرزور مطالبہ سامنے آیا ہے کہ انہوں نے کہا ہو کہ تعلیمی پالیسی یکساں کرنے کے لئے دینی نصاب کو اسکول اور کالج میں داخل کیا جائے،چنانچہ دینی مدارس کے ارباب اختیار نے حکومتی پالیسی اپناتے ہوئے مدارس میں انگریزی داخل کرنا شروع کر دی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کا ایک ملفوظ ہے:......''جو حضرات طلبہ کے لئے انگریزی پڑھانے پر زور دیتے ہیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ آپ جو مقتداء اور پیشوا کہلائے یا بنے وہ علم دین لکھنے اور پڑھنے کی بدولت بنے اور اب اسی کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں،خود تو مزے میں رہے سب کچھ بن گئے،دوسروں کی جڑ کاٹی جا رہی ہے۔آخر میں پوچھتا ہوں کہ دینی علوم میں جب کوئی پڑھنے پڑھانے میں مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی۔'' (افاضاتِ یومیہ ص ۲۷ ج ۱)

میرا مؤقف یہ ہے کہ یہ صورت جو کہ دراصل حکومت کی تجویز ہے،دینی مدارس کو حفاظت دین کے مقصد سے ہٹانے کے لئے حکومتی پالیسی ہے۔اس میں سراسر دین کا نقصان ہے۔اس لئے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنے اداروں کے نصاب میں دینی کتب شامل کر کے عصری اداروں کو جامع بنائے۔بصورت دیگر

اپنے الگ ادارے کھولے جائیں جو عصری تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کو معاشرہ میں داخل کیا جائے جو کہ دعوتِ دین کا حصہ ہے۔معاشرہ میں عملی دین داخل کرنے کے لئے تبلیغی جماعت کی محنت قابلِ تحسین ہے۔اسی طرح معاشرہ میں علم دین داخل کرنے کی محنت علماء و مدارس کو کرنی چاہئے کہ نصاب میں دین کو داخل کیا جائے ،لیکن اس کی اجازت ہرگز نہ دی جائے کہ دین میں ترمیم کر کے معاشرہ پر منطبق کیا جائے جو کہ تحریف فی الدین کا پیش خیمہ ہے۔اگر معاشرہ دین کے مطابق نہیں تو دین میں ترمیم کر کے دین کو معاشرہ کے مطابق کرنا ایسے ہی ہے جیسا کہ ٹوپی سر کے مطابق نہ ہو تو ٹوپی کو برقرار رکھتے ہوئے سر چھیل کر ٹوپی کے برابر کر دیا جائے۔الحاصل ،نظریہ ضرورت پر مقصد حیات کو قربان نہیں کیا جا سکتا لہٰذا دینی مدارس میں انگریزی عصری تعلیم داخل کر کے (حفاظتِ دین) کو قربان نہ کیا جائے بلکہ ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھا جائے۔آج تک یہ تو سنا ہوگا کہ ضرورت پڑنے پر غیرِ مسجد کو توسیع کر کے مسجد میں شامل کر دیا گیا لیکن یہ نہ سنا ہوگا کہ پارک کی توسیع کے لئے مسجد کا صحن پارک میں شامل کر دیا گیا۔

بندہ اس کی ضرورت ،بہت پہلے سے سمجھتا تھا ،جب وفاق المدارس کا نصاب تجویز ہو رہا تھا اس وقت میں نے اصحاب حل وعقد کو ایک تجویز تحریر کی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ نصاب اس طریقہ پر تجویز کیا جائے کہ ہم میدان میں رجال کار بھیج سکیں۔میدان کو خالی چھوڑنا بھی ہمارے لئے ،بہت نقصان دہ ہے۔

تجویز:......(۱) درجہ رابعہ تک مشترکہ نصاب پڑھایا جائے اور اس میں قرآن مجید کا ترجمہ مکمل پڑھا دیا جائے۔(۲) اس طرح اس میں تردید فرق باطلہ بھی مختصراً پڑھایا جائے۔(۳) حدیث کی کوئی مختصر کتاب مثلاً مسندِ امام اعظمؒ، موطا امام محمدؒ، مستدلات فقہ حنفیہ یا جو کتاب بھی مناسب معلوم ہو پڑھائی جائے۔(۴) اساتذہ ان چار سالوں میں عربی، اردو صحیح تحریر کرنے کی مشق کرائیں۔(۵) عمل میں پختگی اور صالح بنانے کی کوشش کی جائے۔

درجہ رابعہ کے بعد طلباء کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ علوم عصریہ سیکھنا چاہتے ہیں یا علومِ دینیہ میں ماہر ہونا چاہتے ہیں۔

(۱)......جو علومِ عصریہ پڑھنا چاہیں ان کو دو سال میں میٹرک کی تیاری کرا کے امتحان دلا دیا جائے۔اس کے بعد ان کو اسکول، کالج، اوقاف، وکالت میں آگے بھیجنے کے لئے علوم عصریہ پڑھائے جائیں اس کے ساتھ ساتھ دینی کتب کا ایک سبق ضرور پڑھایا جائے اور دینیات لازمی قرار دی جائے اور جو تعلیم چھوڑ کر کوئی ذریعہ معاش اپنانا چاہیں ان کو مجبور نہ کیا جائے۔

(۲)......جو طلباء اپنی زندگی دین کے تعلیم و تعلم میں لگانا چاہیں ان کو پورا نصاب پڑھایا جائے اور اتنی محنت کی جائے کہ وہ پڑھنے کے بعد یہ نصاب پڑھا بھی سکیں، اس طرح ایک طائفہ دین باقی رکھنے کی محنت کرتا رہے گا۔

ساتھ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات اساتذہ کا تکفل اہل مدارس اسکول میں جانے والے طلباء کے مطابق کریں تا کہ ان کو بدنی مشقت کے ساتھ ساتھ مالی مشقت نہ برداشت کرنی پڑے۔اسی طرح دوران تعلیم حوصلہ افزائی

کے لئے معتد بہا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ چونکہ یہ ایک طالبعلم کی رائے تھی اس لئے اس پر غور بھی نہیں کیا گیا تھا اب جو رائے ہے وہ میں نے اپنے مضمون میں تحریر کردی ہے ارباب حل وعقد غور کر سکتے ہیں۔

سوال:......راقم الحروف ''دینی مدارس میں انگریزی تعلیم داخل نہ کی جائے'' کے موضوع پر مضمون لکھ کر جمہور کی مخالفت کیوں مول لے رہا ہے؟

جواب:......(۱) بندہ نے جس ماحول میں دینی تعلیم حاصل کی، اس ماحول میں اساتذہ کی طرف سے ذہن سازی کی جاتی تھی کہ انگریزی تعلیم دین کے لئے نقصان دہ ہے اور یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے بلکہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ ایسا نقصان ہو چکا ہے، اس کی زندہ مثال جامعہ ملیہ اور جامعہ عباسیہ میں انگریزی تعلیم کو داخل کرنے کی وجہ سے دینی نقصان کا ہونا ہے۔

(۲)......نیز یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر قوم کے مزاج کا اس کی زبان میں اثر ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ اقتضاء الصراط المستقیم میں تحریر فرماتے ہیں: ان اعتیاد اللغة مؤثر في العقل والخلق والدين تاثيراً بيناً ''کسی قوم کی زبان کا عادی ہونا اس کی عقل اور اخلاق اور دین میں کھلی ہوئی تاثیر رکھتا ہے۔''

اب پہلے انگریز قوم کا مزاج ملاحظہ فرمائیں کہ یہ وہ قوم ہے جس نے مکر وتزویر سے مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومتوں کو تہہ وبالا کر دیا، مسلمانوں پر ظلم کی انتہاء کر دی، علماء کو پھانسی چڑھایا، علماء کو خنزیر کی کھالوں میں لپیٹ کر آگ لگائی، ان حضرات کو جیلوں میں ٹھونسا۔ انگریز وہ قوم ہے جس نے امرتسر جلیانوالہ باغ میں جلسہ کے تمام شرکاء کو مشین گنوں سے اڑا دیا، دین دشمنی میں دینی مدارس کے اوقاف بند کر دیئے، بڑے بڑے مدارس کا نصاب تبدیل کرا دیا اور علماء کی باقاعدہ تحقیر وتذلیل اب تک جاری ہے، طرح طرح کے الزامات لگا کر علماء کو عوام سے دور کیا جارہا ہے اور عوام کو علماء سے مختلف طریقوں سے متنفر کیا جاتا ہے کبھی دہشت گرد اور کبھی بنیاد پرست اور کبھی شدت پسند کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے۔ اس قوم کا مزاج ہمارے انگریزی خواں طبقہ میں بھی سرایت کر چکا ہے اسی وجہ سے ہمارے اپنے بھائی انگریزی پڑھ کر دینی اداروں کے دشمن بن گئے ہیں اور دینی مدارس کو برداشت نہیں کر رہے۔ یہ لوگ اس قوم کے کارندے بن کر صدر ایوب مرحوم سے لے کر اب تک دینی مدارس پر قبضہ کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، اس انگریز قوم کی زبان کا اثر لے کر اکثر انگریزی خواں دین دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں اور علماء کو حقیر جانتے ہوئے علماء پر مختلف قسم کے طعن کرتے ہیں، مثلاً: ٹکڑے خور ملا، دینی مدارس کے طالبعلم جاہل ہوتے ہیں، علماء بنیاد پرست ہیں، تنگ نظر ہیں، دہشت گرد ہیں، اور دہشت گردی کی تربیت دیتے ہیں۔ اس جیسا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

اسلام اور علماء کی تحقیر انگریزی زبان کا اثر بالخاصہ ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا، مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو انگریزی خواں ہوتے ہوئے دین کی عظمت لے کر انگریزی کو حقیر جانتے ہیں اور میدان عمل میں اترتے ہیں اور دینداروں سے دین

سیکھ لیتے ہیں اور صحبتِ علماء سے متاثر ہوکر انگریزی کی عظمت دل سے نکال کر علماء دین کی محبت دل میں بٹھا لیتے ہیں وہ انگریزی کے بداثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ورنہ انگریزی خواں اگر نماز، روزہ کے پابند ہوبھی جائیں ان کے دلوں سے انگریزی کی عظمت اور علماء کی تحقیر نہیں نکلتی۔ کئی مرتبہ انگریزی خوانوں سے سنا گیا کہ شیخ الہندؒ نے مسلمان کی عظمت کے لئے محنت کی، اسلام کی عظمت کے لئے کوئی محنت نہیں کی۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے جہاد کرکے غلطی کی۔ یہ انگریزی کا ہی اثر تھا کہ انگریزی خواں دین داروں نے کہا کہ حضرت تھانویؒ نے دین کی کم خدمت کی کیونکہ ان کی اردو مشکل تھی کم لوگ اس کو سمجھ پاتے تھے، مودودی صاحب نے دین کی زیادہ خدمت کی کہ ان کی تحریر سلیس اور دلکش ہوتی ہے۔ یہ انگریزی کا ہی اثر تھا کہ کچھ عرصہ قبل چند انگریزی خواں رائے ونڈ کے نظام میں دخیل ہوکر دینی مدرسہ جس کو علماء ہی چلا سکتے ہیں اسے مرکز سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے اور الحمدللہ نا کام ہوئے۔

(۳)...... انگریزی پڑھنے والے طلباء دیندار نہیں رہتے، چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ محدث دارالعلوم دیوبند نے انگریزی تعلیم کا نقصان بیان کرتے ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا:

"میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں یہ بیشک کہا گیا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں، یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں، یا حکومت وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔" اب از سراہِ نوازش آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثر بد سے۔

(خطبہ صدارت جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) ۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

(۴)...... حضرت گنگوہیؒ سے لے کر مفتی ابولبابہ تک متعدد حضرات اکابر ان علوم کو دینی مدارس میں داخل کرنے کے نقصانات بیان کرچکے ہیں۔ جن میں سے سولہ حضرات اکابر کا بیان بندہ نے اپنے مضمون میں نقل کردیا ہے کہ انگریزی دینی مدارس میں داخل کرنے سے مدارس، دینی نہ رہیں گے اور نہ ہی وہاں پڑھنے پڑھانے والے دین دار ہوں گے۔

(۵)...... ایک مسلمہ اصول یہ بھی ہے کہ دنیا کی ہر کتاب میں اس کے مصنف کا اثر ہوتا ہے اور علومِ عصریہ کی کتب کے اکثر مصنف کفار اور بے دین حضرات ہیں اس لئے ان کی تحریر کردہ کتب میں ظلمتِ کفر اثر انداز ہوتی ہے۔

بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جب حکومتی زبان فارسی تھی تو درس نظامی میں فارسی زبان داخل کی گئی اب حکومتی زبان انگریزی ہے لہٰذا انگریزی زبان داخل کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرات اس فرق کو ملحوظ نہ رکھ سکے کہ فارسی ان مسلمانوں کی زبان تھی جنہوں نے ہندوستان کا کفر توڑا اور ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم کی جبکہ انگریزی ان کافروں کی زبان ہے جنہوں نے فاتح ہوکر مسلمانوں کی حکومت ختم کی اور ملک میں اسلام کی عظمت ختم

کرنے کے لئے مسلمانوں اور علماء کرام جنہوں نے اسلام کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ان کو قید و بند اور پھانسی کی سزائیں دیں اور علماء کی تحقیر کا سلسلہ شروع کیا تاکہ لوگوں کے دلوں سے علماء کی عظمت ختم ہو جائے اور انہیں حقیر جاننے لگیں اور اپنے دورِ حکومت میں علماء کرام کو مزدوروں میں شامل کیا اور علماء کے لئے انہی زمینوں میں سے حصہ مقرر کیا جو کہ مزدوروں کے لئے خاص کی گئیں اور انگریز ہی ہیں جو اب تک گزشتہ ڈیڑھ سو سالوں سے اسلام اور بالخصوص علماء کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

(۲)...... یہ حضرات اس بات کو بھی نہ سوچ سکے کہ ہمارے درسِ نظامی کے علومِ عالیہ اور آلیہ دونوں کی بہت سی کتب فارسی میں ہیں اور متعدد کتابوں کی شروح فارسی زبان میں ہیں۔ فارسی سیکھنے کی بعد ہی ان سے استفادہ ممکن ہے۔

(۳)...... یہ بات بھی ان حضرات کی نظروں سے اوجھل رہی کہ فارسی عارفین کا کلام ہے، مثنوی مولانا رومؒ سمیت تصوف کی چودہ کتب تو ہمارے مدرسہ (جامعہ خیر المدارس ملتان) کے کتب خانہ میں موجود ہیں یہ فارسی زبان سے ہی پڑھی جائیں گی۔

(۴)...... ان حضرات نے فارسی زبان کے درجہ کو معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ فارسی زبان کا فصاحت و بلاغت میں کیا مقام ہے؟ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے فارسی زبان ، عربی زبان کے بعد دوسرے درجہ کی زبان ہے۔

(۵)...... ممکن ہے ان حضرات کو یہ بات بھی معلوم نہ ہو کہ فارسی جنتیوں کی دوسری زبان ہے۔ فارسی زبان کے مذکورہ امتیازات کو جاننے کے بعد بھی انگریزی کو فارسی پر قیاس کرنا اور دینی مدارس کے نصاب میں داخل کرنے کا کیسے جواز ہو سکتا ہے؟ چہ نسبت خاک را با علم پاک۔

ان تمام عوامل کی بناء پر بندہ نے اپنے دلی رجحان کو "الدین النصیحہ" کے طور پر بیان کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے "از دل خیزد بر دل ریزد" کا مصداق بنائیں۔ آمین

☆......☆......☆

جھنگ میں دنیا کا سب سے وزنی قرآنی نسخہ تکمیل کے قریب

جھنگ میں دنیا کا سب سے زیادہ وزنی قرآن کریم کا نسخہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے، جس کا وزن 60 من ہوگا۔ قرآن کریم کا یہ نسخہ دنیا میں اب تک کہیں بھی تحریر نہیں ہوا۔ جھنگ میں محلہ صدیق آباد کے رہائشی 70 سالہ بابا مشتاق نے 1988ء میں جیومیٹریکل انداز سے قرآن کریم لکھنے کی ابتداء کی، جس کے اب تک 27 پارے تحریر ہو چکے ہیں۔ ہر پارے کا وزن 2 من ہے اور اس طرح مکمل تیاری کے بعد نسخے کا وزن 60 من ہو جائے گا۔ بابا مشتاق کے مطابق ایک سیپارہ لکھنے پر ایک سال کا وقت لگتا ہے اور وہ اس نیک کام کے لئے کسی سے کوئی چندہ نہیں لیتے، ہاں البتہ اگر کوئی حصہ ڈالنا چاہے تو انکار نہیں کرتے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک پارے کی تحریر پر 80 ہزار روپے لاگت آتی ہے جبکہ قرآن کریم مکمل ہونے پر 24 لاکھ کا خرچہ آئے گا، جس کے لئے انہوں نے گورنمنٹ سے بھی کوئی گرانٹ نہیں لی اور نہ ہی لینے کا ارادہ ہے۔ بابا مشتاق نے قرآن کی کرامت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کی عمر اس وقت 70 برس ہے، جب انہوں نے اس کام کا آغاز کیا تو وہ نظر کی عینک لگاتے تھے مگر جب قرآن کریم کی تحریر شروع کی تو نظر کی عینک اتر گئی اور ان کی بینائی واپس آ گئی، ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم عام لوگوں کی زیارت کے لئے موجود ہے۔